

قرآن اور امیجری، واقعہ اصحاب کہف کے تناظر میں

The Quran & the Imagery: With the Context of the
Story of As'haab e Kahaf

ڈاکٹر محمد عارف: لیکچرار فیڈرل گورنمنٹ کالج سیالکوٹ کیٹ
پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی: پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Abstract:

Many alternates of interest are set forth nowadays by many scholars of Islam. There is strong need to check their validity in the eye of Islam. TWDU is one of these alternates of interest. We tried our best to check its standard in Islam. We discussed four points in this article: Who set forth this Idea? What is its background? What is the idea and how does it differ from TMCL? What is its standard in the eye of Islam? After analyzing the arguments of TWDU, we found it invalid in the eye of shariah e Muhamdi.

قرآن مجید کتاب ہدایت ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان و ادب کا ایسا شاہکار ہے جس کی نظیر پیش کرنا جن و انس کی بساط میں نہیں۔ یہ ایسا جمالیاتی معجزہ ہے جس میں علوم و فنون کی ایک دنیا آباد ہے بل کہ بعض علوم کو اس طرح برتا گیا ہے کہ ان علوم پر باضابطہ لکھی گئی کتب میں بھی قرآن مجید سے استشہاد حتمی دلیل کے طور پر کیا گیا ہے۔ عربی لسانیات پر لکھی گئی کتب اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں، جن میں قرآن مجید کی آیات سے استشہاد کیے بغیر کوئی بھی اصول واضح نہیں ہو پاتا۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے عربی مبین میں نازل کیا ہے۔ فصاحت و بلاغت اور زبان و بیان کے جملہ اسالیب کو اس میں سمو دیا ہے۔ ان اسالیب میں سے ایک امیجری (Imagery)، منظر کشی یا تصویر آفرینی بھی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ماضی کی اقوام و ملل کے احوال و واقعات بیان کرتے ہوئے موقع کی مناسبت سے امیجری کا استعمال کیا ہے۔ اس سے قبل کہ اصحاب کہف کے واقعہ میں قرآنی امیجری کا جائزہ لیا جائے ضروری ہے کہ امیجری کا معنی و مفہوم بیان کر دیا جائے۔

امیجری (Imagery) کا مفہوم یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی منظر یا واقعہ کی اس طرح تصویر کشی کرے کہ وہ سامع کے ذہن میں متشکل ہو جائے۔ ادب کی اصطلاح میں یہ امیجری (Imagery)،

منظر کشی، تمثال نگاری، تصویر آفرینی یا تصویریت (Picturesqueness) کہلاتا ہے¹۔ عربی زبان میں اس کے لیے ”التصویر الفنی“ کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔

عربی ادب کے جدید نقاد عبدالرحمن بن حسن (م: ۱۴۲۵ھ) اپنی کتاب ”البلغة العربیة“ میں امیجری (التصویر الفنی) کے بارے میں لکھتے ہیں:

”إنَّ التصويرَ الفَنِّيَّ الَّذِي يُبْرَزُ فِي الْكَلَامِ صُورَةُ
الْوَاقِعِ الْمُتَحَدِّثِ عَنْهُ، حَتَّى كَأَنَّهُ مُشَاهِدٌ مَلْمُوسٌ
بِحَرَكَتِهِ وَحَيَاتِهِ وَرَوْنَقِهِ وَجَمَالِهِ هُوَ مَنْ أَرْفَعَ الْأَدَبَ
وَأَجْمَلَهُ“²

”بے شک منظر کشی کے ذریعہ واقعہ جس کے بارے میں بات کی جا رہی ہوتی ہے گویا وہ اپنے واقعات، زندگی اور اس کی رونق کی وجہ سے آنکھوں کے سامنے ہوتا محسوس ہونے لگتا ہے۔ اور یہی ادب کی رفعت اور خوبصورتی ہے۔“

اردو ادب کے معروف نقاد عابد علی عابد (م: ۱۹۹۶ء) تصویریت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تصویریت اسلوب کی وہ صفت ہے کہ مصور چاہے تو اس کی تصویر کھینچ دے یعنی شاعر نے ہی الفاظ میں ایسی تصویر کھینچی ہے کہ نقاشی کی ضرورت نہیں رہی۔“³

قرآن مجید میں یہ صنعت بہت عمدگی کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ معروف مصری محقق اور مفسر سید

قطب (م: ۱۳۸۵ھ) اپنی کتاب ”التصویر الفنی فی القرآن“ میں اسے اسلوب قرآن کا ایک باقاعدہ اصول قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”إنَّ التَّصْوِيرَ هُوَ قَاعِدَةُ التَّعْبِيرِ فِي هَذَا الْكِتَابِ الْجَمِيلِ. الْقَاعِدَةُ
الْأَسَاسِيَّةُ الْمُتَّبَعَةُ فِي جَمِيعِ الْأَغْرَاضِ“⁴

”تصویر (امیجری) اس کتاب ہدایت میں اظہار کا ایک بنیادی اصول ہے، جس کی تمام مقاصد میں اتباع کی جاتی ہے۔“

متکلم اپنے کلام میں امیجری (Imagery) کے ذریعہ بے شمار مقاصد کو حاصل کرتا ہے۔ اس کے ذریعہ نہ صرف معانی ذہنیہ، احوال نفسیہ، حوادث محسوسہ کے علاوہ انسانی طبائع کو بھی محسوس و متخیل صورت میں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ سید قطب کلام میں امیجری کی غرض و غایت اور اس کے دائرہ کار کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فهو يعبر بالصورة المحسنة المتخيلة عن المعنى الذهني، والحالة النفسية؛ وعن الحادث المحسوس، والمشهد المنظور؛ وعن النموذج الإنساني والطبيعة البشرية"⁵

"قرآن معنی ذہنی، احوال نفسیہ، حوادث محسوسہ اور انسانی کردار و طبائع کو محسوس و متخیل صورت میں پیش کرتا ہے۔"

تمثال نگاری یا امیجری (Imagery) سے متکلم جہاں اپنے سامع کی توجہ حاصل کرتا ہے وہیں وہ اس کے خوش نمایکرمیں پیغام کی ترسیل بھی نہایت سہولت سے کر جاتا ہے۔ گویا امیجری جمالیاتی اسلوب میں پیغام کی ترسیل کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جابجا اس صنعت کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ نہ صرف مجر و معانی کو مادی وجود عطا کیا جاتا ہے بل کہ بعض اوقات روحانی کیفیات کو مشخص کر کے تمام انسانی جذبات و عواطف اس سے منسوب کر دیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ "سورۃ ق" میں جہنم کی وسعت کی کس انداز میں تصویر کشی کرتا ہے:

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأَتْ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ⁶

وہ دن جب ہم جہنم سے پوچھیں گے کیا تو پُر ہو گئی؟ وہ جواباً کہے گی کیا

کچھ اور بھی ہے؟⁷

جہنم کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے سوال و جواب کا یہ انداز نہایت اچھوتا اور اثر انگیز ہے "هَلِ امْتَلَأَتْ" کا جواب عمومی طور پر "كَمْ امْتَلِئَ" یا محض "لا" سے بھی دیا جاسکتا تھا۔ لیکن جہنم کے جواب میں سوالیہ انداز "هَلْ مِنْ مَزِيدٍ" کالب و لہجہ جہاں اس تمام مکالمہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتا ہے وہیں معاملہ کی سنگینی بھی ابھر کر سامنے آتی ہے۔

قصص و واقعات میں امیجری (Imagery) کا اصول اپنے جو بن پر دکھائی دیتا ہے۔ مختلف واقعات و قصص کے تناظر میں بیان کیے گئے مناظر کی تصویر کشی، تمثال گری یا امیجری (Imagery) اتنی توانا اور طاقت ور ہے کہ یہ محض پیغام کی ترسیل کا ذریعہ نہیں رہتی بل کہ پیغام کا روپ دھار کر سامنے آتی ہے۔ واقعہ اصحاب کھف کے پس منظر میں یہ قرآنی امیجری ظاہری اور معنوی حسن سے مالا مال ہے۔ ماورائی اور میجر العقول امور کے بطون سے نہایت خوبصورت امیج (Image) قاری کے ذہن میں ابھر کر

سامنے آتا ہے اور وہ نہ صرف مسحور ہو کر رہ جاتا ہے بل کہ اس میں پیغام قبول کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکہف میں چار محیر العقول واقعات الوہی تبصرے کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ہر واقعہ میں امیجری اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ زیر نظر مضمون میں صرف اصحاب کھف کے واقعہ کی تاثراتی امیجری کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصحاب کھف کا قصہ یا واقعہ سورۃ الکہف کی اٹھارہ آیات میں بیان کیا ہے۔ انسان طبعاً واقعات اور قصص کی طرف میلان اور رغبت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں قصص و حکایات تربیت اطفال اور تہذیب اخلاق کا نہایت عمدہ وسیلہ رہی ہیں۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے جدید دور میں بھی قصص و واقعات کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ البتہ اس کے اسلوب میں جدت ضرور آگئی ہے۔ اب قصہ یا حکایت سننے کے بجائے اسے زندہ کرداروں کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے۔ چوں کہ اس میں سمعی اور بصری دونوں حاسوں کی شمولیت ہوتی ہے، اس لیے ایسے میں بہت آسانی سے ناظرین (Audience) کے سامنے اس حکایت کی تصویر کشی کر دی جاتی ہے۔ قصہ یا حکایت جب زندہ کرداروں کے بغیر سنایا جائے تو سننے والے کی سعی یہ ہوتی ہے کہ وہ الفاظ کے ذریعہ منظر (Scene) اس طرح بیان کر دے کہ سامع کے ذہنی افق پر وہ سارا منظر (Scene) بعینہ طوع ہو جائے۔ تاہم ہر دو صورت میں اس کے انسانی نفسیات پر ہونے والے اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

قصہ میں جہاں ایک مجموعی سبق یا پیغام ہوتا ہے وہیں وہ اپنے کرداروں کے ذریعہ انسانی نفوس میں ان کی متابعت کی تحریص بھی پیدا کرتا ہے۔ اگر قصہ کا اسلوب عمدہ اور جاندار ہو تو سامع یا قاری کی خارجی انفرادیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ خود کو اس حکایت کا ایک جز سمجھنے لگتا ہے⁸۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حکایت میں موجود کرداروں کے بارے میں نہ صرف اپنی کوئی نہ کوئی رائے قائم کر لیتا ہے بل کہ غیر شعوری طور پر کسی نہ کسی کردار کے موقف کی دل ہی دل میں حمایت بھی کر رہا ہوتا ہے اور اپنی روزمرہ زندگی میں اس سے ملتے جلتے احوال میں اس موقف کا عملی طور پر اظہار بھی کرتا ہے۔ گویا قصہ انسانی زندگی کے کسی مرحلہ میں اس کا اپنا ذاتی اور نجی تجربہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے واقعہ اصحاب کھف کو قرآن مجید میں تین حصوں میں بیان کیا ہے۔ پہلا حصہ پہلی چار آیات پر مشتمل ہے اور اس میں قاری کی دلچسپی کے لیے پورے واقعہ کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا، إِذْ أَوَى
الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا
رَحَدًا، فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا، ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ
أَيَّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِنَا بُكْرًا ۚ أَمَّا

"کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری ان نشانیوں میں سے ہیں جو تعجب خیز ہیں۔ (یاد کرو) جب پناہ لی ان جوانوں نے غار میں پھر دعا مانگی اے ہمارے رب! ہمیں مرحمت فرما اپنی جناب سے رحمت اور مہیا فرما ہمارے لیے اس کام میں ہدایت۔ پس ہم نے بند کر دیے ان کے کان اس غار میں کئی سال تک جو گئے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انہیں بیدار کر دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ ان دو گروہوں میں سے کون صحیح شمار کر سکتا ہے اس مدت کا جو وہ غار میں ٹھہرے"۔¹⁰

ان آیات میں اصحاب کھف کے کردار اور پیغام، ان کے پروردگار سے رحمت و امید اور اللہ کی ان پر نوازشات اور بعد میں آنے والے لوگوں کے طرز عمل، غرض ہر شے کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان کر دیا ہے۔ دوسرے حصہ میں اس قصہ کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے امیجری کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ اس امیجری کے درج ذیل مناظر ہیں:

۱۔ اعلیٰ کلمہ اللہ

۲۔ غار میں پناہ لینا

۳۔ غار میں ہونے والی اللہ تعالیٰ کی نوازشات

۴۔ بعد کے لوگوں کا طرز عمل

جوں جوں واقعہ آگے بڑھتا ہے اس کی امیجری قاری کے ذہنی افق پر اتنی ہی شدت سے واضح اور توانا ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کے ضمن میں پیغام کی ترسیل کے ساتھ ساتھ فکر و شعور کے کئی گوشے بھی نکھرتے چلے جاتے ہیں اور یہی مقصود اصلی ہے۔ امیجری کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:

إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى . وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُو مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا¹¹

بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے۔ اور ہم نے ان کے (نور) ہدایت میں اضافہ کر دیا۔ اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کے دلوں کو جب وہ راہ حق میں کھڑے ہو گئے۔ تو انھوں نے برملا کہہ دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم ہر گز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی کو معبود۔ (اگر ہم نے ایسا کریں) تو گویا ہم نے ایسی بات کہی جو حق سے دور ہے۔¹²

"فِتْيَةٌ" کے لفظ سے جو امیج (Image) ذہن پر ابھرتا ہے وہ محض یہ نہیں کہ چند نوجوان ہیں، جو اپنے رب پر ایمان لے آئے بل کہ اس کے ساتھ ساتھ اس میں یہ پیغام آفرینی بھی ہے کہ جوانی اس بات کا نام ہے کہ طرز کہن کو خیر باد کہہ کر خود زندگی کو اجتہادی نظر سے دیکھا جائے اور خود اس کے لیے لائحہ عمل تجویز کیا جائے۔ جوانی گزر جانے کے بعد اگر انسان میں فکری تحریک اور اجتہادی سوچ پیدا ہوتی ہے تو وہ کارگر ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ بہت سا وقت گزر چکا ہوتا ہے، قوی مضحل اور جوش و جذبہ ماند پڑ چکا ہوتا ہے۔ عالم شباب میں جو اللہ کے راستہ کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورے معاشرہ سے ٹکر لینے کی ہمت بھی عطا کرتا ہے اور اس کے لیے اس مقصد کے حصول میں آسانیاں بھی پیدا کرتا ہے۔ "إِذْ قَامُوا" کے تلازمہ سے "فِتْيَةٌ" کے امیج کے خدوخال مزید روشن اور نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔ یہ لفظ ان کے عزم و استقلال کی پوری تصویر کشی کرنے کے ساتھ ساتھ شرک اور ظلم پر مبنی معاصرانہ نظام کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان کر رہا ہے۔ یہ لفظ نہ صرف ان کے جذبہ تحرک و عمل کو بیان کر رہا ہے بل کہ ظلم سے سمجھوتہ نہ کرنے کے رویہ کو بھی بیان کر رہا ہے۔ رائج نظام کے خلاف اس کھلی بغاوت کا نتیجہ وہی ہوا جو عمومی طور پر ہوتا ہے کہ قوم ان کے خلاف ہو گئی اور انھیں بالآخر ایک غار میں پناہ لینی پڑی۔ اس غار میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح قوانین فطرت کو ان کے تابع کر دیا اس کی منظر کشی کا اسلوب دیدنی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقَرَّبُ إِلَيْهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا

مُرْشِدًا ، وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ
وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ
لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَآمَلْتُمْ مِنْهُمْ رُغْبًا¹³

اور تو دیکھے گا سورج کو جب وہ ابھرتا ہے تو وہ ہٹ کر گزرتا ہے ان کی غار سے دائیں جانب۔ اور جب وہ ڈوبتا ہے تو بائیں طرف کترتا ہوا ڈوبتا ہے۔ اور وہ غار کی ایک کشادہ جگہ میں ہیں۔ یہ (سورج کو یوں طلوع و غروب) اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے۔ اور جسے وہ گمراہ کر دے تو نہیں پائے گا اس کے لیے کوئی مددگار۔ اور تو انھیں بیدار خیال کرے گا حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کی کروٹیں بدلتے رہتے ہیں (کبھی) دائیں جانب اور (کبھی) بائیں جانب۔ اور ان کا کتا پھیلانے بیٹھا ہے اپنے دونوں بازو دبلیز پر۔ اگر تو انھیں جھانک کر دیکھے تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو اور تو بھر جائے ان کے منظر کو دیکھ کر ہیبت سے۔¹⁴

"الکھف" ایک نئے امیج (image) کے طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے۔ ہنستی بستی پر شور دنیا سے ایک الگ پرسکون اور پرسکوت دنیا! جہاں موت کی سی خاموشی اور سناٹا ہے۔ اس خاموشی اور وحشت کے عالم میں کانوں پر مہر لگا دینا کہ کہیں ذرا سی آواز بھی کان میں نہ پڑے۔ اتنا سناٹا اور خاموش ماحول خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس کی آغوش سے کچھ ایسا برآمد ہو گا جو فکر و شعور میں ہنگامہ برپا کر دے گا۔ اس پر مستزاد یہ کہ قوانین فطرت کو ان کے تابع کر دیا گیا۔ طلوع و غروب کے وقت، آفتاب اپنی تمازت اور کرنوں کو سمیٹ کر غار کے دہانے سے کتر کر نکل جاتا ہے۔ گویا آفتاب ساری کائنات سے بے گانہ ہو کر اس غار کے ایک جز کی حیثیت اختیار کر گیا ہو اور اسی کو اپنا مدار ٹھہرا لیا ہو۔ مصری محقق اور مفسر یونس عبدالکریم سورج کے اس رویہ کو ایک ماں کے روپ میں دیکھتے ہیں جو سوتے بچوں کے آرام کا از حد خیال رکھتی ہے۔ ذرا سی آہٹ بھی نہیں ہونے دیتی کہ کہیں بچے جاگ نہ جائیں¹⁵۔

دروازے کی چوکھٹ پر بازو پھیلانے بیٹھا ان کا کتا اپنی وفا کا تقاضا نبھارہا ہے۔ وفا کے اس جذبے نے اسے بھی امر کر دیا۔ اس سب کے باوصف اگر کوئی پھر بھی ان کی خبر پالے، تو وہ ان کے آرام میں خلل نہ ڈال سکے گا بلکہ یہ منظر اس کے دل میں رعب اور ہیبت پیدا کر دے گا اور وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ اٹھے گا۔ یہ عجیب اور حیرت انگیز منظر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں شفقتوں کا اظہار ہے اور اس بات کا کھلا اعلان کہ وہ اپنی راہ پر چلنے والوں کو تنہا نہیں چھوڑتا۔ اس پرسکون سناٹے سے بھرپور ماحول میں سوتے ہوئے نوجوانوں کی دائیں بائیں حرکت اور زندگی کا احساس دلاتی ہیں۔ زندگی سانس لیتی محسوس ہونے لگتی

ہے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا کہ اس تاریک غار کے مہیب منہ میں کہیں زندگی کے آثار بھی ہو سکتے ہیں۔ یکایک منظر بدلتا ہے اور زندگی بھر پور انگڑائی لے کر بیدار ہو جاتی ہے۔ غار کے مکیں اٹھ بیٹھتے ہیں۔ نیند کے خمار میں ڈوبے بوجھل لب و لہجہ میں ان کے منہ سے نکلے یہ جملے اس تمام صورت حال¹⁶ (Situation) سے کتنے ہم آہنگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کس قدر عمدہ تصویر کشی کی ہے:

قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِئْتُمْ قَالُوا لَبِئْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ
بِمَا لَبِئْتُمْ¹⁷

کہنے لگا ایک کہنے والا ان سے کہ تم یہاں کتنی مدت ٹھہرے؟ بعض نے کہا ہم ٹھہرے ہوں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ! بعض نے کہا تمہارا رب بہتر جانتا ہے جتنی مدت تم ٹھہرے ہو¹⁸ پھر غنودگی کا فور ہو جاتی ہے اور کھانے کی طلب محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اس ویرانے میں کھانا کہاں؟ کھانا شہر میں ہے اور شہر کے لوگوں کے خوف سے تو وہ غار میں آئے تھے۔ خوف اور بھوک کی ملی جلی کیفیت میں ان کے درمیان جو گفتگو ہو سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کا منظر یوں بیان کیا ہے:

فَاتَّبَعُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرُوا أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا
فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا، إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا
عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا¹⁹

بھیجوا اپنے کسی کو اپنے ساتھیوں میں سے اپنے اس سکے کے ساتھ پس وہ دیکھے کس کے ہاں پاکیزہ عمدہ کھانا ملتا ہے پس وہ لے آئے تمہارے پاس کھانا وہاں سے۔ اور اسے چاہیے کہ خوش خلقی سے کام لے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ وہ لوگ اگر آگاہ ہو گئے تم پر تو وہ تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے یا تمہیں جبراً گولیاں دیں گے اپنے مذہب میں، ایسا ہوا تو تم کبھی فلاح نہیں پاسکو گے۔²⁰

اس گفتگو کے بعد منظر، غار کی پرسکون فضا سے شہر کی ہنگامہ خیزی کی طرف ملتفت ہو جانا چاہیے تھا لیکن قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ وہ بہت کچھ قاری اور سامع کے تخیلات پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف تجسس قائم رہتا ہے وہیں اکتاہٹ بھی پیدا نہیں ہوتی، چنانچہ ان کی اس گفتگو کو بیان کرنے اور اس میں خصوصی طور پر "بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ" یعنی کرنسی کے ذکر سے اگلے منظر کو بیان کر دینے کی حاجت نہیں رہی۔ ہر ذی شعور اس گفتگو سے سمجھ سکتا ہے کہ شہر میں کھانے کی تلاش میں جانے والے نوجوان کے لباس کی تراش خراش، اس کے لب و لہجہ اور کرنسی سے لوگوں پر منکشف ہو جاتا ہے کہ یہ

اجنبی شخص کسی اور ہی دنیا سے صدیوں کا سفر کر کے یہاں پہنچا ہے۔ ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید اس ہنگامہ کی نوعیت پر بات کرنے کے بجائے، اس سے بعث بعد الموت اور قیامت کے وقوع پر استدلال کر کے ایک اور منظر پیش کرتا ہے:

إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا رَٰبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ
قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا، سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةً
رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةً سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ
سَبْعَةً وَتَأْتِيهِمْ كَلْبُهُمْ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ²¹

جب وہ بستی والے جھگڑ رہے تھے آپس میں ان کے معاملہ میں تو انھوں نے کہا کہ بطور یادگار ان کے غار پر کوئی عمارت تعمیر کر دو ان کا رب ان کے حال سے خوب واقف ہے۔ کہنے لگے وہ لوگ جو غالب تھے اپنے کام پر کہ بخدا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔ عن قریب کچھ کہیں گے یہ (اصحاب کہف) تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔ کچھ کہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ سب تخمینے ہیں بن دیکھے۔ اور کچھ کہیں گے وہ سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ آپ فرمائیے میرا رب بہتر جانتا ہے ان کی تعداد کو۔ نہیں جانتے ان کی صحیح تعداد کو مگر چند آدمی۔²²

یہ آخری منظر ہے۔ شہر کے لوگ غار کے باہر کھڑے ہیں اور اس بات پر جھگڑ رہے ہیں کہ یہاں کوئی عمارت یا مسجد بنادی جائے تاکہ آنے والی نسلوں کو پتہ چلے کہ یہ عام لوگ نہیں تھے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنا الوہی تبصرہ کیا ہے کہ ان کا رب، ان کے مقام اور مرتبہ کو بہتر جانتا ہے۔ اللہ کے مقررین ان عارضی چیزوں کے محتاج نہیں ہوتے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ ماضی کے عظیم لوگوں کے پیغام کو یاد نہیں رکھتے البتہ بے مقصد اور لالچ یعنی امور میں ضرور جھگڑتے ہیں۔ اصحاب کہف کے معاملہ میں بھی یہی کچھ ہوا۔ زمانے گزرنے کے بعد لوگ ان کی تعداد اور ان کے غار میں قیام کی مدت پر بھی جھگڑنے لگے۔ یہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ زمانہ بہت سے حقائق کو اپنی گرد میں چھپا لیتا ہے۔

اس پورے واقعہ میں امیجری کے مناظر (Scenes)، مکالمے (Dialogues) اور صورت حال یا سچویشن (Situation) پیغام اور نظریہ کے ساتھ اس طرح گندھے ہوئے ہیں کہ ان میں کسی سطح پر کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ اور یہ سب چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ اس امیجری کی ایک خوبصورتی یہ ہے کہ ایک طرف تو مناظر کو ان کی تمام جزئی تفصیلات کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ پورا واقعہ آنکھوں کے سامنے ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ دوسری طرف ہر منظر کے اندر کی شخصی امیجز (Images) کو

ان کے ایسے تلازمات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جس سے اس کا حقیقی کردار نہایت توانا صورت میں اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ کرداروں کے رویے (Actions)، تاثرات (Expressions) اور سچویشن (Situation) کے مطابق مکالمے ان کی داخلی کیفیات اور جذبات (Feelings & Emotions) کی بھرپور عکاسی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس واقعہ میں امیجری کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ واقعات تسلسل کے ساتھ خوف کی فضا (Tragedy) میں اپنے نقطہ عروج (Climax) کی طرف بڑھتے ہیں اور جب واقعہ اپنے انتہائی عروج پر پہنچتا ہے تو اس کا اختتام ایک ایسے دائمی اور نہ ختم ہونے والے تجسس (Suspense) پر ہوتا ہے جو سامع کی ذہنی اور تخلیقی صلاحیتوں کو فعال اور بیدار کر دیتا ہے اور وہ اپنے تخیل کے نئے راستوں اور نئی منزلوں کی طرف چل نکلتا ہے۔ جب شہر کے لوگ ان کی حقیقت سے آگاہ ہو گئے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کیا وہ شہر میں اپنے گھر کو لوٹ گئے اور وہاں زندگی بسر کرنے لگے؟ انھوں نے اسی غار کو ہمیشہ کے لیے اپنا مسکن بنالیا؟ یا راز فاش ہو جانے کے بعد ان کو اسی غار میں موت آگئی یا وہ پھر سو گئے اور ابھی تک سو رہے ہیں؟ یہ وہ سارے سوالات ہیں جو اس تجسس کے بطن سے جنم لیتے ہیں۔ اور اس کو دوام عطا کرتے ہیں۔ یہ ایک بے مثال اختتام ہے۔ یہ قصہ اگر تجسس کے بجائے سیدھی سادھی صورت حال پر اختتام پذیر ہوتا مثال کے طور پر یہ بیان کر دیا جاتا کہ وہ راز افشاں ہونے کے بعد فوت ہو گئے تو یہ صورت حال واقعہ کے عروج (Climax) کو زوال (Anti-Climax) کی طرف لے جاتی اور قصہ کے سارے رنگ پھیکے پڑ جاتے۔

یہ واقعہ جہاں امیجری سے بھرپور ہے وہیں اس میں عقل و شعور رکھنے والوں کے لیے کئی پیغام بھی ہیں: اول یہ کہ انسان کا مقام اور مرتبہ اس کے نظریات و افکار کی صداقت اور ان پر استقامت اختیار کرنے سے ہے۔ جن کے افکار و نظریات صائب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں تنہا نہیں چھوڑتا۔ نام و نسب، شہر و قریہ کی نظریہ کے سامنے کوئی اہمیت نہیں۔ اس واقعہ میں محققین کے لیے بھی یہ پیغام ہے کہ انفرادی سطح سے لے کر قومی سطح تک کسی بھی مسئلہ پر تحقیق کرتے ہوئے اس کی موضوعیت پر توجہ دینی چاہیے۔ نام، تعداد، مقام اور تاریخ جیسے معروضی امور جن کا نظریہ اور پیغام سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا، کی چھان بین میں اپنی صلاحیتیں صرف کرنا مناسب عمل نہیں۔ ایسے امور کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر اس نظریہ اور پیغام پر غور و فکر اور عمل کرنا چاہیے جس میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں۔

حوالہ جات و حواشی

- 1 عابد، علی عابد، البدیع، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۲۷۴
- 2 عبدالرحمن بن حسن، البلاغۃ العربیۃ، دار القلم، دمشق، الدار الشامیۃ، بیروت، ۱۹۹۶ء، ج ۱، ص ۵۴
- 3 البدیع، ص ۲۷۴
- 4 سید قطب ابراہیم، التصویر الفنی فی القرآن، دار الشروق، الطبعة الشرعیۃ السابعة عشرة، ص ۹
- 5 ایضاً، ص ۳۶
- 6 ق ۵۰: ۳۰
- 7 الازہری، محمد کرم شاہ، جمال القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، س۔ن، ص ۸۴۹
- 8 الخطیب، یونس عبدالکریم، التفسیر القرآنی للقرآن، دار الفکر العربی، القاہرہ، س۔ن، ج ۸، ص ۵۸۹
- 9 الکہف ۱۸: ۹-۱۲
- 10 جمال القرآن، ص ۴۸۳
- 11 الکہف ۱۸: ۱۲-۱۴
- 12 جمال القرآن، ص ۴۸۳-۴۸۴
- 13 الکہف ۱۸: ۱۷-۱۸
- 14 جمال القرآن، ص ۴۸۴
- 15 التفسیر القرآنی للقرآن، ج ۸، ص ۶۰۱
- 16 کسی بھی واقعہ یا قصہ کے کردار جب کسی پیچیدہ، نازک یا خطرناک حالات سے دوچار ہوتے ہیں اسے اصطلاح میں صورت حال (Situation) کہتے ہیں۔ (نصیر احمد ناصر، جمالیات، قرآن حکیم کی روشنی میں، مجلس ترقی ادب کلب روڈ، لاہور، طبع دوم، جولائی ۲۰۰۲ء، ص ۳۱۸)
- 17 الکہف ۱۸: ۱۹
- 18 جمال القرآن، ص ۴۸۵
- 19 الکہف ۱۸: ۱۹-۲۰
- 20 جمال القرآن، ص ۴۸۵
- 21 الکہف ۱۸: ۲۱-۲۲
- 22 جمال القرآن، ص ۴۸۶